تشبہ بالکفار کے بارے میں فقہا کی آراء کا تحلیلی مطالعہ

(قسط نمبر:٦)

ریسرچ اسکالر اللہ دتہ

علامہ ابن نجیم الاشباہ والنظائر میں لکھتے ہیں:

وکذالو تزنر بزنار الیھود والنصاری دخل کنیستھم اولم یدخل (۲۰۳)

اوراسی طرح حکم کفر ہے اگر کسی نے یہودیوں یا عیسائیوں کا زنار گلے میں باندھا خواہ گرجے میں جائے یا نہ جائے۔

مجد الدین ابوالفضل عبداللہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی لکھتے ہیں:

فان من سجد لصنم او تزیا بزنار اولبس قلنسوۃ المجوس یحکم بکفرہ (۲۰۴)

پس اگر بت کو سجدہ کیا یا زنار باندھی یا مجوس کی ٹوپی اوڑھی تو کفر کا حکم دیا جائے گا۔

دوم: کسی غرض یا ضرورت کی وجہ سے اگر تشبہ بالکفار کو اختیار کرتا ہے تو ایسی صورت میں غرض اور ضرورت کو مدنظر رکھا جائے گا اگر ضرورت غالب ہو تو ایسی صورت کفر تو کیا منع بھی نہ ہوگی مولانا احمد رضا خان بریلوی فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے مروی کہ بعض فتوحات میں منقول رومیوں کے لباس پہن کر بھیس بدل کر کام فرمایا اور اس ذریعہ سے کفار اشرار کی بھاری جماعتوں پر باذن اللہ غلبہ پایا اسی طرح سلطان مرحوم صلاح الدین یوسف انار اللہ تعالی برہانہ کے زمانے میں جبکہ تمام کفار یورپ نے سخت شورش مچائی تھی دو عالموں نے پادریوں کی وضع بنا کر دورہ کیا اور اس آتش تعصب کو بجھا دیا۔(۲۰۵)

مولانا مفتی محمود احمد گنگوہی صاحب بھی اس موقف کے قائل ہیں کہ اگر کوئی صحیح ضرورت شرعی یا دنیوی مثلا سراغ رسانی یا جاسوسی وغیرہ کی وجہ سے کافروں کی ہیئت اختیار کرنی پڑ جائے اور چاہے صلیب یا زنار ہی کیوں نہ پہن لے تو اس کی فقہاء نے اجازت دی ہے جب کہ دل میں اس سے کراہت ہو۔(۲۰۶)

مولانا غلام جیلانی میرٹھی لکھتے ہیں کہ سید غلام قطب الدین برہمچاری بڑے زبردست عالم دین تھے آپ کو مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی سے شرف تلمذ تھا۔انہوں نے ہنود کا رد کرنے کے لیے بنارس کے ایک مندر میں ہندوانی روپ اختیار کرکے سنسکرت زبان سیکھی تھی اور ہندو دھرم سے پوری واقفیت حاصل کرنے کے بعد میدان تبلیغ میں اتر آئے آریہ مذہب کا رد کیا کرتے تھے اور سینکڑوں مشرکین کو مشرف بہ اسلام کیا۔(۲۰۷)

اوپر گزر چکا ہے کہ اگر اپنی کمر کے اردگرد زنار باندھی (تو کفر ہے) لیکن اگر جنگ میں دشمن کو دھوکہ دینے کے لیے یا اسلامی لشکر کے لیے (دشمن) کے حالات معلوم کرنے کے لیے ایسا کیا (تو کفر نہیں) ہے یونہی مجوس کی ٹوپی اگر ضرورتا گرمی یا سردی کی وجہ سے اوڑھی تو یہ بھی کفر نہیں ہے۔

سوم: نہ تو انہیں اچھا جانتا ہے نہ کوئی ضرورت شرعیہ اس پر حاصل ہے بلکہ کسی نفع دنیوی کے لئے یا یوہیں بطور ہزل واستہزاء اس کا مرتکب ہوا تو حرام وممنوع ہونے میں شک نہیں اور اگر وہ وضع ان کفار کا مذہبی دینی شعار ہے جیسے زنار، قشقہ، چٹیا، چلیپا، تو علماء نے اس صورت میں بھی حکم کفر دیا اور فی الواقع صورت استہزاء میں حکم کفر ظاہر ہے۔چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ہزل کرنے والے نے اگر از راہ استخفاف واستہزاء و ہزل کے کلمہ کفر کہا تو سب کے نزدیک کفر ہوگا۔(۲۰۸)

چہارم: اس کا قصد تو تشبہ کا نہیں ہے لیکن وہ اشیا کفار کا شعار ہیں تو علماء نے بچنے کا حکم دیا ہے اور ارتکاب کو گناہ قرار دیا ہے لزومی میں بھی حکم ممانعت ہے جبکہ اکراہ وغیرہ مجبوریاں نہ ہوں جیسے داڑھی منڈا، انگریزی ٹوپی، جاکٹ، پتلون، الٹا پردہ، اگرچہ یہ چیزیں کفار کی مذہبی نہیں مگر آخر شعار ہیں تو ان سے بچنا واجب اور ارتکاب گناہ۔ولہذا علماء نے فساق کی وضع کے کپڑے موزے سے ممانعت فرمائی۔(۲۰۹) یونہی فتاوی عالمگیری میں ہے کہ اگر کوئی شخص خطا سے کلمہ کفر بولے مثلا اس کا ارادہ تھا کہ ایسا لفظ بولے جو کفر نہیں ہے پھر اس کی زبان خطا کر گئی اور اس کی زبان سے کلمہ کفر نکل گیا تو سب کے نزدیک یہ کفر نہ ہوگا۔(۲۱۰)

پنجم: نہ مشابہت کا ارادہ ہے اور نہ ہی وہ کام کفار کا شعار ہو تو ایسا کام کرنا نہ ہی ممنوع ہے اور نہ ہی گناہ ہے۔

ششم: اسے معلوم نہ ہو کہ یہ کام کفار کے کاموں میں سے ہے چنانچہ اگر ایسا کام کفار کے شعار میں سے ہو تو اسے اس کام سے روکا جائے گا اور شعار میں سے نہ ہو تو ناپسندیدہ تو ضرور قرار دیا جائے گا اور مستقبل میں اسے اس کام کرنے سے روکا جائے گا لیکن اس کا یہ فعل گناہ نہ ہے اس لیے کہ نہ تو اس کی نیت

مشابہت کی تھی اور نہ ہی اسے معلوم تھا۔

دوسرا قاعدہ:

المشقة تجلب التيسير (۲۱۱)

مشقت آسانی لاتی ہے۔

یہ قاعدہ بھی شریعت کے پانچ بنیادی قواعد میں سے ایک ہے اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ مشکلات سہولت لانے کا سبب بن جاتی ہیں اور تنگی کے موقع پر وسعت وکشادگی پیدا کردی جاتی ہے چونکہ مشقت میں حرج واقع ہوتا ہے اور شریعت اسلامی نے مکلف پر سے حرج کو ختم کردیا ہے علامہ ابن نجیم کہتے ہیں کہ اس قاعدہ کی اصل قرآن پاک کی یہ آیت ہے:

{يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر} (۲۱۲)

خدا تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا۔

اور دوسری آیت یہ ہے:

{وما جعل عليكم في الدين من حرج} (۲۱۳)

اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔

اور ابن نجیمؒ کے بقول رسول پاک ﷺ کا یہ ارشاد گرامی قدر ہے:

احب الدين الى الله تعالى الحنيفية السمحة (۲۱۴)

اللہ کو سب سے پیارا دین حنیفہ ہے جو کہ آسان دین ہے۔

علامہ ابن نجیمؒ کہتے ہیں:

قال العلماء: يتخرج على هذه القاعدة جميع رخص الشرع وتخفيفاته (۲۱۵)

علماء نے اس قاعدے کی مدد سے ہی شریعت میں بہت سی رعایتوں اور رخصتوں کا اخراج کیا ہے۔

علامہ محمد خالد اتاسی شرح المجلہ میں اس کی نظیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کی مثال خارش کا مریض ہے کہ اسے عذر کی بنا پر ریشمی لباس استعمال کرنے کی اجازت دی جائے گی لیکن جیسے ہی خارش کا مرض دور ہوجائے تو ممانعت کا حکم پھر لوٹ آئے گا اس لیے کہ جو امر کسی عذر کی بنا پر جائز قرار دیا گیا ہو وہ عذر کے زائل ہونے پر جائز نہ رہے گا۔ (۲۱۶) یونہی وردی والوں کے لیے پتلون کوٹ وغیرہ کا پہننا بھی جائز ہے۔ اس لیے بھی کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ امر الامام يصير المباح

واجبا یعنی حکمران کا حکم مباح کو واجب کر دیتا ہے۔اس قاعدے سے بھی یہ جائز ٹھہرتے ہیں۔

تیسرا قاعدہ:

الضرورات تبیح المحظورات (۲۱۷)

ضرورتیں ممنوع چیزوں کو جائز کر دیتی ہیں۔

قرآن پاک میں کئی مقامات پر شدید ضرورت اور اضطرار کی حالت میں ممنوع کام کرنے' کلمہ کفر کہہ لینے یا ممنوع شئے کھالینے کی اجازت دی گئی ہے جب کہ دل ایمان پر مستقیم ہو اور بندہ اس فعل سے کراہت بھی محسوس کر رہا ہو۔اس قاعدے کی اصل قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ ہے:

{وقد فصل لکم ما حرم علیکم الا ما اضطررتم الیہ} (۲۱۸)

حالانکہ جو چیز اس نے تمہارے لئے حرام ٹھہرادی ہیں وہ ایک ایک کر کے بیان کر دی ہیں (بیشک ان کو نہیں کھانا چاہئے) مگر اس صورت میں کہ ان کے (کھانے کے لیے) ناچار ہو جاؤ۔

ملا نظام الدین فتاوی عالمگیری میں نقل کرتے ہیں کہ اگر کسی پر اکراہ کیا گیا کہ اس صلیب کی طرف نماز پڑھے پس اس نے صلیب کے رخ نماز پڑھی لیکن دل میں اللہ کی عبادت کی نیت تھی تو تکفیر نہیں کی جائے گی۔(۲۱۹)

چوتھا قاعدہ:

لاثواب الا بالنیۃ (۲۲۰)

نیت کے بنا ثواب نہیں ملتا۔

لغت میں نیت کا معنی ہے کسی چیز کا دل سے عزم وارادہ کر لینا' اصطلاح میں اس سے مراد ہے کوئی کام کرنے میں اللہ تعالی کا قرب اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کا ارادہ کرنا۔ثواب کے حصول کے لیے نیت شرط ہے اس پر اجماع ہے(۲۲۱) اس کے علاوہ مندرجہ ذیل آیت سے بھی استلال کیا گیا ہے۔

{وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین حنفاء} (۲۲۲)

اوران کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص کے ساتھ خدا کی عبادت کریں۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ تشبہ محمود بھی ہے اور مقصود بھی اور مذموم بھی ہے اور ممنوع ومردود بھی چنانچہ تشبہ محمود کی صورت میں ثواب اسی وقت مل سکتا ہے کہ جب وہ حصول ثواب کی نیت سے اللہ کے نبی ﷺ کی یا انبیاء علیہم السلام کی یا صحابہ وسلف صالحین کی مشابہت کو اختیار کرے اور اسی طرح اگر دل

میں کفار سے مشابہت کاارادہ نہ ہولیکن اتفاقاان سے مشابہت ہوجائے توایسی مشابہت مذموم وناپسندیدہ توہے لیکن گناہ نہیں اس لیے کہ اس پر بھی اجماع ہے کہ ولاعقاب الا بالنیة(۲۲۳)یعنی ملامت (گناہ)نہیں ہے مگرنیت کے ساتھ۔اورنیت کے ساتھ کفار کے ساتھ مشابہت گناہ ہے۔چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ:ہشام نے نوادر میں فرمایامیں نے امام ابویوسفؒ کوایسے جوتے پہنے ہوئے دیکھاجن کے چاروں طرف لوہے کی کیلیں لگی ہوئی تھیں،میں نے عرض کی،کیاآپ اس لوہے سے کوئی حرج سمجھتے ہیں؟توفرمایاکہ نہیں،میں نے عرض کی لیکن سفیان اورثوربن یزیدتوانہیں پسندنہیں فرماتے کیونکہ ان میں عیسائی راہبوں سے مشابہت پائی جاتی ہے۔امام ابویوسفؒ نے فرمایارسول اللہ ﷺ ایسے جوتے پہنتے تھے جن کے بال ہوتے تھے حالانکہ یہ بھی عیسائی راہبوں کالباس تھا۔''(۲۲۴)

پانچواں قاعدہ:

العادةمحكمة(۲۲۵)

عادت کسی حکم کی بنیادبن سکتی ہے۔

اس قاعدہ کی بنیاداس حدیث پر ہے:

ماراہ المسلمون حسنافھو عنداللہ حسن(۲۲۶)

جس چیزکومسلمان اچھاسمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

بعض لوگوں کاخیال ہے کہ یہ سرکارﷺ کاارشادگرامی ہے لیکن علامہ ابن نجیم نے علامہ علاؒ کا یہ قول نقل کیاہے کہ میں نے بڑی تحقیق وجستجو کی لیکن کوئی ضعیف سے ضعیف سند بھی اس بات کی نہیں ملی کہ یہ رسول اللہ ﷺ کافرمان ہے ہاں ایک روایت میں امام احمدبن حنبل نے اپنی المسند میں اسے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کاقول قراردیاہے۔(۲۲۷)

شریعت میں اکثرمسائل کی بنیادعرف وعادت پرہے اورعرف وعادت شریعت کاایک ماخذبھی تسلیم کیاگیاہے چنانچہ تشبہ کے اکثرمسائل میں بھی عرف وعادت کااعتبارکیاجاتاہے اگرایک شے کفارکی عادت یاعرف میں سے ہوتواس کوممنوع قراردیاجائے گااوریہی شے جب مسلمانوں میں قرارپکڑلے اورشائع عام ہوجائے تواسے جائزقراردیاجائے گا۔اس کی مثال یہودکی وہ مخصوص چادرہے جوکبھی یہودکاشعارتھی لیکن اب یہوداسے استعمال نہیں کرتے چنانچہ اب اس کاحکم بھی بدل جائے گاعلامہ

قسطلانیؒ نقل کرتے ہیں:

واماماذکرہ ابن القیم من قصۃالیہود فقال الحافظ ابن حجر: انمایصلح الاستدلال بہ فی الوقت الذی تکون الطیالسۃمن شعارھم وقدارتفع ذلک فی ھذہ الازمنۃفصارذلک داخلافی عموم المباح وقدذکرہ ابن عبدالسلام فی امثلۃالبدعۃالمباحۃ (۲۲۸)

رہا یہ کہ جو کچھ حافظ ابن قیم نے یہودیوں کا واقعہ بیان کیا ہے تو اس بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ استدلال اس وقت درست تھا جبکہ مذکورہ چادران کا (مذہبی) شعار ہوا کرتی تھی لیکن اس دور میں یہ چیز ختم ہو رہی ہے لہذا اب یہ عموم مباح میں داخل ہے چنانچہ علامہ ابن عبدالسلامؒ نے اس کو بدعت مباح کی مثالوں میں ذکر فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ پتلون شرٹ اور دھوتی وغیرہ اس کی مثالیں ہیں کہ آج مسلمانوں میں بھی عام ہیں اور کفار کا شعار بھی نہیں ہیں اس لیے انہیں ناجائز قرار نہیں دیا جائے گا۔

چھٹا قاعدہ:

الاصل فی الاشیاء الاباحۃحتی یدل الدلیل علی التحریم (۲۲۹)

اشیامیں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں جب تک کہ کوئی دلیل ان کے حرام ہونے پر دلالت نہ کرے۔

امام سیوطی کہتے ہیں کہ یہ ہمارا مذہب ہے امام اعظم ابوحنیفہ سے اس بارے میں جو بات منسوب ہے وہ یہ ہے کہ اشیامیں اصل یہ ہے کہ وہ حرام ہیں جب تک کہ ان کے مباح ہونے پر کوئی دلیل نہ ہو۔(۲۳۰) اس قاعدے کی رو سے وہ تمام اشیا کہ جن کے بارے میں شریعت خاموش ہو جائز ٹھہرتی ہیں اس لیے کہ شارع کا کوئی حکم ان کی ممانعت کے بارے میں نہ آنا ہی ان کی حلت یا اباحت کی دلیل کے لیے کافی ہے شوافع کے نزدیک اس قاعدہ کی اصل یہ حدیث مبارکہ ہے:

مااحل اللہ فی کتابہ فھو حلال وماحرم فھو حرام وماسکت عنہ فھو عفو فاقبلوا من اللہ عافیتہ فان اللہ لم یکن لینسی شیئا (۲۳۱)

اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں جو چیز حلال قرار دے دی وہ حلال ہے اور جسے حرام کردیا وہ حرام ہے اور جس سے متعلق خاموشی اختیار فرمائی وہ قابل معافی ہے پس اللہ تعالی کی طرف سے رعایتیں قبول کرو کیونکہ اللہ تعالی کسی شے کو بھولنے والا نہیں ہے۔

چنانچہ کفار کی وہ مشابہت جس کے بارے میں کوئی حکم نہ ہو اور نہ ہی وہ مذموم ہو اور نہ ان کے مذہب

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

کا شعار ہو تو ایسی مشابہت اس قاعدہ کی رو سے ممنوع قرار نہیں پائے گی اس لیے کہ اس کے حرام وناجائز ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے یہ امام شافعی کے نزدیک ہے۔ کچھ روایات ایسی ملتی ہیں کہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ احناف بھی اس قاعدے کے تھے چنانچہ قاضی القضاۃ شمس الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابراہیم بن خلکان البرکی الاربلی الشافعی امام ابو یوسفؒ کے ترجمے میں لکھتے ہیں کہ آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علماء کے لباس کو اس ہیئت میں بدلا جس پر وہ اس زمانے میں ہیں اس سے پہلے لوگوں کا ایک ہی لباس تھا کوئی شخص دوسرے سے اپنے لباس کے ذریعے ممتاز نہ تھا۔(۲۳۲) مولانا شبلی نعمانی امام ابو یوسفؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ اس قسم کی ٹوپی جو اہل دربار وامراء کے ساتھ مخصوص تھی کبھی کبھی استعمال کر لیں (۲۳۳) اس لیے کہ اس کی ممانعت وارد نہیں اور جس کی ممانعت وارد نہ ہو وہ امر مباح ہوا کرتا ہے۔ حالانکہ اسلاف اس کو ناپسند کرتے تھے لیکن چونکہ اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں ہے اس لیے یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ بیان جواز کے لیے ایسی ٹوپی اوڑھ لیتے ہوں۔

ساتواں قاعدہ:

درء المفاسد اولی من جلب المصالح (۲۳۴)

مفاسد کو دور کرنا حصول منفعت پر مقدم ہے۔

مفاسد کے پھیلنے کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے۔ ایک بار جب کوئی برائی اور مفسدہ پھیلتا ہے تو وہ آندھی اور جنگل کی آگ بلکہ کسی وباء کی طرح تیزی سے معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اس کے برعکس مثبت فوائد دیر میں حاصل ہوتے ہیں۔ اس لیے حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ برائی کو اس کے آغاز میں ہی دبا دیا جائے چاہے اس کے نتیجہ میں بعض فوائد اور منافع سے ہی محروم ہونا پڑ جائے یا ان کے حصول میں ناچیز برداشت کرنی پڑے یہی وجہ ہے کہ شریعت نے نواہی اور منکرات سے بچنے پر جتنا زور دیا ہے وہ اس کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے جتنا اس نے اوامر و معروفات کے کرنے پر دیا ہے۔(۲۳۵) اسی لیے علما فرماتے ہیں کہ جب مفاسد اور مصالح میں تعارض واقع ہو تو مفاسد کے ترک کو ترجیح دی جائے گی۔(۲۳۶)

شاید یہی وجہ تھی اور انہی مفاسد کو دور کرنے اور برائی کو اس کے ابتدا میں ہی دفن کرنے کا جذبہ تھا کہ متاخرین فقہائے حنفیہ نے تشبہ بالکفار کے اختیار کرنے پر کفر کے فتوے دیئے جو کہ متقدمین نے نہیں دیئے تھے

شایداس لیے کہ اس وقت اسلام میں اتنا عجمی اثر نہ ہوا تھا اور متقدمین کا زمانہ بھی خیر القرون کے قریب تر تھا اور اسلاف کفار کے ساتھ مشابہت کو بہت زیادہ ناپسند کرتے تھے بخلاف اس کے کہ جوں جوں وقت گزرتا گیا اتباع سنت کا جذبہ سرد پڑتا گیا اور مشابہت کفار کا بخار بڑھتا گیا چنانچہ جب متاخرین نے سنت سے اعراض دیکھا تو انہوں نے اس امر پر سختی کی اور جہاں ضروری سمجھا تو مشابہت کفار کی شدت کے پیش نظر وہاں کفر کے فتوے دیئے اور اس میں بھی انہوں نے متقدمین کا خلاف نہیں کیا بلکہ انہی کے اصولوں کی روشنی میں ہی کفر کے مسائل بیان کیے جن میں سے کچھ اوپر بیان ہو چکے ہیں چنانچہ اسی سے ہی علامہ شبلی نعمانی کے اس اعتراض کا جواب نکل آیا جو انہوں نے متاخرین پر کیا ہے۔علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ :''بہت سے ظاہر بینوں نے ان حدیثوں کا یہ رتبہ قائم کیا کہ ان کی بناپر بات بات پر کفر کے فتوے دیئے یہاں تک کہ جو شخص وضع قطع میں ذرا بھی کسی دوسرے کے مشابہ ہوجائے وہ کافر ہے خود متاخرین حنفیہؒ نے امام صاحب کے اس عمدہ اصول کو نظر انداز کر دیا اور سینکڑوں ہزاروں مسئلے کفر کے ایجاد کر دیئے جن کی تفصیل سے کتب فقہ مالا مال ہیں۔(۲۳۷)

تشبہ الکفار بالمسلمین :

جس طرح مسلمانوں کی کفار سے مشابہت جائز نہیں ہے۔اسی طرح یہ عمل بھی درست نہیں ہے کہ کوئی کافر حالت کفر میں رہنے کے باوجود مسلمانوں کی نقل کرے اوران جیسا لباس پہنے یا ان کی وضع قطع اختیار کرے۔اس لیے کہ دیگر لوگ اس کو مسلمان خیال کریں گے اور اس سے مسلمانوں جیسا برتاؤ کریں گے اور یہ ایک مستحسن عمل نہیں ہے۔اس لیے ایک اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ کفار کو مسلمانوں کی نقالی سے روکے تاکہ مفاسد کا راستہ روکا جاسکے۔حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو انہی خرابیوں کا پورا احساس تھا اسی لیے آپ کے دور حکومت میں جہاں مسلمانوں کو یہ حکم تھا کہ وہ کفار کی نقالی نہیں کریں گے وہیں کفار کو بھی یہ حکم تھا کہ وہ مسلمانوں کی نقل نہیں کریں گے۔بلکہ بعض روایات سے تو یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت عمر نے ذمیوں کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ ایک خاص قسم کا لباس استعمال کریں گے تاکہ مسلمانوں اور کفار کے درمیان مشابہت بھی قائم نہ ہو اور کفار کا امتیاز بھی کیا جاسکے۔امام ابو یوسفؒ نے حضرت عمر کے اس فرمان کو نقل کیا ہے:

حتی یعرف زیھم من زی المسلمین (۲۳۸)

تاکہ ان کی ہیئت ولباس کا مسلمانوں سے امتیاز کیا جاسکے۔
اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اس فرمان کی علت وحکمت وامتیاز تھی چنانچہ مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ "یہ سچ ہے کہ حضرت عمرؓ مسلمانوں کو غیر قوموں کی مشابہت اور غیر قوموں کو مسلمانوں کی مشابہت سے روکتے تھے لیکن اس سے فقط قومی خصوصیتوں کو قائم رکھنا مقصود تھا" (۲۳۹)
حضرت عمر فاروق اعظمؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ عباسی خلیفہ جعفر المتوکل علی اللہ م ۲۴۷ھ کے بارے میں بھی یہ روایات موجود ہیں کہ اس نے غیر مسلموں کے بارے میں یہ حکم دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کی نقالی سے باز رہیں گے اور خاص قسم کا لباس استعمال کریں گے چنانچہ اس نے ۲۳۵ھ میں یہ حکم دیا کہ "عیسائی اور دیگر ذمی حضرات سب کے سب شہد کے رنگ کی چادریں پہنیں زنار باندھیں۔ایسے چارجاموں پر سوار ہوں۔جن میں لکڑی کی کاٹھی ہو چارجامے کے پیچھے دو گولے بنے ہوں۔جو ٹوپیاں پہنیں ان ٹوپیوں کا رنگ مسلمانوں کی ٹوپیوں سے جدا ہو اور ان میں دو دو گرہیں ہوں۔ان کے غلاموں کے اوپر کے لباس پر دو دو پیوند سینے پر ہوں اور ایک پیٹھ پیچھے ہر ایک بقدر چار انگل کے زرد رنگ کا ہو جو عمامہ باندھے اس کا رنگ بھی شہد کے رنگ کی طرح ہو۔جو عورتیں باہر نکلیں وہ شہد کے رنگ کی شلوار پہنے ہوں۔غلام زنار باندھیں، کمر بند (بکلوس) نہ باندھیں۔اسی طرح اس نے غیر مسلموں کے گھروں کے بارے میں حکم دیا کہ گھروں کے دروازے پر شیطان کی تصویریں لکڑی میں کھدی ہوں تاکہ مسلمانوں کے گھر سے ان کے گھر جدا نظر آئیں یونہی یہ فرمان بھی جاری کیا کہ ان کی قبریں زمین کے برابر ہوں تاکہ مسلمانوں کی قبروں کے ساتھ ان کی مشابہت نہ رہے" (۲۴۰)۔اس کے سرکاری فرمان کی نقل یہاں درج کی جاتی ہے:
"امیر المومنین کی رائے یہ قرار پائی ہے کہ ممالک محروسہ میں جہاں کہیں جتنے غیر مسلم ہیں سب کی چادریں شہد کے رنگ کی ہوں جن کو چادر کی توفیق نہ ہو وہ تقریباً ایک بالشت مربع کا اپنے آگے پیچھے ایک ایک پیوند لگالیں، اور اس میں کچھ حیل وحجت نہ کریں ٹوپیوں میں گرہیں لگائیں جن کے رنگ ٹوپیوں سے الگ ہوں یہ گرہیں ابھری رہیں، ہر حالت میں محسوس ہوا کریں چارجاموں میں کاٹھی ہو اور قربوس پر ابھرے ہوئے گولے لگے ہوں جن کو دیکھنے والے واضح طور پر دیکھ سکیں۔غلام اور لونڈیاں بجائے کمر بند کے زنار باندھیں۔جو اس کے خلاف کرے اس کو سزا دی جائے۔امیر المومنین اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے بندے رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے وہ کریم ورحیم ہے۔" (۲۴۱)

ان روایات سے ہی یہ بات بخوبی ظاہر ہوجاتی ہے کہ یہ حکم ایک انتظامی نوعیت کا تھا اور اسے عباسی خلفاء میں سے بھی اس کے کسی پیشرو نے نافذ نہیں کیا تھا بلکہ یہ حکم خلیفہ متوکل نے صرف امتیاز اور پہچان کے لیے نافذ کیا تھا جسے اوپر بیان کی گئی روایات کے الفاظ ''مشابہت نہ ہو'' اور ''محسوس ہوا کریں'' ''جدا نظر آئیں'' اور ''واضح طور پر دیکھ سکیں'' وغیرہ صاف ظاہر کررہے ہیں یعنی المتوکل کا مقصد یہ تھا کہ عام لوگ آسانی کے ساتھ یہ شناخت اور امتیاز کرسکیں کہ کون شخص مسلمان ہے اور کون غیر مسلم اور شناخت کے بعد وہ اس سے اسی طرح کا معاملہ کرسکے اگرچہ یہ ایک ریاستی یا ملکی یا انتظامی نوعیت کا حکم تھا لیکن پھر بھی اس حکم کے خلاف اس وقت کی غیر مسلم رعایا نے لازمی طور پر کچھ نہ کچھ پس وپیش کیا ہوا اور اپنا ردعمل ظاہر کیا ہوگا لیکن تاریخ کے صفحات اس طرح کی کسی بھی قسم کی شہادت مہیا نہیں کرتے اور اس تذکرے سے خاموش ہیں لیکن اس حکم کے خلاف خود مسلم رعایا نے اپنا ردعمل ظاہر کیا اور اس کے خلاف اپنی آواز اٹھائی چنانچہ ایک شاعر علی بن جہم نے ایک نظم لکھی جس میں اس نے یہ اظہار کیا کہ عسلیات یعنی شہد کے رنگ کے کپڑوں نے اہل حق واہل باطل میں امتیاز تو پیدا کر دیا مگر عقل مند آدمی کو اس میں زیادتی نہ کرنی چاہیے۔(۲۴۲)

کچھ لوگوں نے اس بات تشبہ الکفار بالمسلمین کو مشکوک قرار دیا ہے۔(۲۴۳) اس لیے کہ ان کا کوئی ذکر قدما کی معتبر اور قابل اعتماد کتابوں میں جو کہ ان باتوں کی جزئیات تک سے بحث کرتی ہیں نہیں ملتا ہے جب کہ بعض لوگوں نے (جن میں بہت سے مستشرقین اور کچھ موجودہ دور کے اہم اور مشہور محققین شامل ہیں) اس بات کا انکار تو نہیں کیا لیکن اس امر کو ایک انتظامی مسئلہ قرار دیا ہے کہ جس کو حضرت عمر فاروق اعظمؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حکومتی مصلحت کے تحت جاری کیا تھا اور اس مسئلے کا دینی معاملے سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ ضابطہ کسی بھی وقت تبدیل بھی کیا جاسکتا ہے اور مصلحت کے بدلنے پر ختم بھی کیا جاسکتا ہے ان کے نزدیک یہ شناخت اور پہچان کا ایک ذریعہ تھا کیونکہ اس دور میں آج کل کے دور کی طرح شناختی کارڈ کا تو کوئی رواج نہ تھا کہ جس کے ذریعے سے کسی شخص کی شناخت کی جاسکے۔(۲۴۴)

اسی بات کی وضاحت کے ضمن میں ڈاکٹر محمد یوسف القرضاوی لکھتے ہیں کہ ''اس زمانے میں مذہب کی بنیاد پر لوگوں کے مابین یہ فرق بہت ضروری تھا اور خود ان مذہب کے پیروکاروں کی خواہش بھی یہی تھی۔ لباس کے علاوہ لوگوں میں تمیز کرنے کا کوئی اور ذریعہ نہیں تھا۔ چونکہ شناختی کارڈ جس میں فرد کا

نام'لقب اوردین ومذہب لکھا جاتا ہے ان لوگوں کے ہاں موجودنہیں تھالہذا لوگوں میں تمیزکرنے کی ضرورت کے باعث ہی مسلم حکام اس طرح کی ہدایات جاری کرنے پرمجبورہوئے۔اسی لیے ہمیں اپنے میں کوئی ایسامسلمان فقیہ نظرنہیں آتاجولباس کی تفریق کومتقدمین کی طرح واجب سمجھتا ہو کیونکہ آج کل اس کی ضرورت نہیں''۔(۲۴۵)

لیکن ڈاکٹر یوسف قرضاوی صاحب کی یہ بات بڑی ذومعنی ہے کہ ''ہمیں اپنے میں کوئی ایسامسلمان فقیہ نظرنہیں آتاجولباس کی تفریق کومتقدمین کی طرح واجب سمجھتاہوکیونکہ آج کل اس کی ضرورت نہیں''ایک طرف تووہ یہ تسلیم کررہے ہیں کہ مسلمانوں اورکفار کے درمیان لباس کی تفریق متقدمین کے نزدیک واجب تھی(یہ بات بھی محل نظرہے کہ متقدمین میں سے کس نے اس تفریق کوواجب قراردیاتھا)اوراس سے پہلے وہ اسلاف کی طرف اس نسبت تشبہ بالکفار بالمسلمین کوہی مشکوک ٹھہراچکے ہیں۔دوسری طرف اسے واج ب کہہ رہے ہیں اوراس واجب کومنسوخ قراردینے یاعرف'تعامل یاعموم بلوی وغیرہ کی وجہ سے بدل جانے والے عمل کی طرف بھی نشاندہی نہیں فرمائی بلکہ دلیل بھی پیش کی تو یہ کہ آج کوئی ایسافقیہ نظرنہیں آتاجوکہ اس تفریق کوواجب سمجھتاہوجب کہ یہ کلام بھی خلاف واقع ہے(یہ بات بجاہے کہ یہ تفریق واجب نہ ہو)اس لیے کہ ایسے بہت سے علماء موجود ہیں جوکہ اس تفریق کوضروری گردانتے ہیں اوراس کے اہتمام پرزوردیتے ہیں دورحاضر کے مشہورفقیہ مفتی محمدتقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:''مرزائیوں کوشعاراسلام ومسلمین کے اختیار کرنے سے روکاجائے۔''(۲۴۶)

یہ بات تولباس میں امتیازقائم کرنے کی تھی جبکہ لباس کے علاوہ بہت سے معاملات ایسے ہیں کہ جن میں تویہ اہتمام زیادہ ضروری ہے چنانچہ اسی فتوی میں آپ قادیانیوں کی عبادت گاہ کومسجد کہنے یااس کی تعمیر مسجد جیسی بنانے کے مسئلے کاجواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خاص طورسے کسی بھی مذہب کی عبادت گاہ اس مذہب کاامتیازی نشان ہوتی ہے جس سے اس مذہب اوراہل مذہب کی شناخت میں مددملتی ہے۔چنانچہ مسجد مسلمانوں کی اس عبادت گاہ کانام ہے جوصرف اورصرف مسلمانوں کے ساتھ مخصوص ہو'کسی دوسرے مذہب کے پیروؤں کویہ اجازت نہیں دی جاسکتی کہ وہ اپنی عبادت گاہ کومسجد کانام دے کرلوگوں کومغالطہ دیں اوران کی گمراہی کاباعث ہوں۔بالخصوص مرزائیوں کامعاملہ یہ ہے کہ مدت درازتک اپنے آپ کومسلمان ظاہرکرکے ناواقف لوگوں کوفریب دیتے رہے ہیں۔ایسے حالات میں اگرانہیں مسجد کے نام سے اپنی عبادت گاہ تعمیر کرنے یااسے اس نام

پر برقرار رکھنے کی اجازت دے دی جائے تو اس کا صریح نتیجہ عام مسلمانوں کے لئے سخت فریب میں مبتلا ہونے کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا' اور پاکستان جیسی اسلامی مملکت میں ایسے فریب کو گوارا نہیں کیا جاسکتا لہذا احقر کی رائے میں وہ تمام فیصلے جن میں قادیانیوں یا لاہوریوں کو مسجد کے نام سے عبادت گاہ بنانے کی اجازت دی گئی ہے۔قرآن وسنت' شریعت اسلامی اور مصالح مسلمین کے خلاف ہیں''۔(۲۴۷)مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب نے بھی اس فتوی کی تائید وتوثیق فرمائی ہے۔

مفتی وقارالدین اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں کہ قادیانیوں کی تعمیر کردہ عبادت گاہ مسجد نہیں ہے بلکہ عبادت گاہ بھی نہیں ہے۔(۲۴۸)

ان جدید خیالات کے پروردہ حضرات سے گذارش یہ ہے کہ اگر آپ اسے واجب وضروری تسلیم نہیں کرتے تو کم ازکم مستحب ومستحسن یا بہتر ہی قرار دے دیں جب کہ اسلاف کی اتنی واضح تصریحات اس مسئلے سے متعلق موجود ہیں چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ شیخ ابوبکر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ذمیوں سے یہ عہد لیا جاوے کہ وہ لوگ کستیجہ (زنار) باندھا کریں۔تو ایک دفعہ شیخ نے جواب دیا کہ یہ عہد نہ لیا جائے اور ایک دفعہ یوں جواب دیا کہ اگر وہ لوگ بہت ہوں تو ان سے یہ عہد لیا جائے گا تا کہ پہچان پڑیں۔(۲۴۹)

ہدایہ شریف میں یہ احکامات بڑی تفصیل کے ساتھ ہیں ایک اقتباس درج ذیل ہے:''ذمیوں سے یہ مطالب کیا جائے کہ وہ اپنے لباس' اپنی سواریوں' اپنی زین اور اپنی ٹوپیوں میں مسلمانوں سے علیحدگی اور امتیاز پیدا کریں چنانچہ وہ گھوڑوں پر سوار نہ ہوں اور ہتھیار نہ لٹکائیں جامع صغیر میں ہے کہ ذمیوں پر یہ دباؤ ڈالا جائے کہ وہ دھاگہ باندھیں اور ان زینوں پر سوار ہوں' جو خچروں اور گدھوں کے پالان کی طرح ہوں اور ایسا اس لیے کیا جائے تا کہ ان کی ذلت ہو اور کم زور مسلمان ان سے محفوظ رہ سکیں۔اور اس لیے کہ مسلمان کا اکرام کیا جاتا ہے اور ذمی کی توہین کی جاتی ہے۔''(۲۵۰)

ان صراحتوں کے مقابل ان لوگوں کو اگر دلیل ملی بھی تو وہ کہ جو خود ان کے نزدیک بھی بڑی کمزور ہے چنانچہ علامہ بلاذری نقل کرتے ہیں کہ ۸۹ھ میں ولید بن عبدالملک نے ایک لشکر جرار مسلمہ بن عبدالملک کی سرکردگی میں جراجمہ کے عیسائیوں کی طرف روانہ کیا تھا ان لوگوں سے جن شرائط پر صلح ہوئی ان میں یہ دفعات بھی شامل تھیں کہ وہ (کسی بات پر) مجبور نہیں کیے جائیں گے اور نہ ان کی اولاد اور ان کی عورتوں میں سے کسی کو ترک نصرانیت پر (مجبور کیا جائے گا) اور نہ اس پر کہ وہ

مسلمانوں کا سا لباس پہنیں۔(۲۵۱)

اگر اس کو حجت تسلیم کیا جاتا ہے تو اوپر دیگر بادشاہوں کے حالات بھی بیان ہوئے ہیں کہ انہوں نے تشبہ الکفار بالمسلمین کا بھی اہتمام کیا تھا بلکہ فتاوی عالمگیری سے اشارۃ یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر جیسے نیک بادشاہ نے بھی اس کو نافذ کر رکھا تھا کیونکہ فتاوی عالمگیری ہی اس وقت تمام ملک کے لیے آئین مملکت کی سی حیثیت رکھتا تھا۔ بلکہ حضرت عمر فاروق اعظم اور عمر بن عبدالعزیز نے بھی اس کا نفاذ کیا تھا اور ہمارے لئے ان کا عمل اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ اس سے احتجاج کیا جائے۔ دوسرا امر یہ بھی قابل غور ہے کہ چونکہ یہ ایک انتظامی مسئلہ ہے جس کو اسلامی حکومت نے نافذ کیا تھا اور ایسے تمام احکامات کے در پردہ صرف اور صرف اشاعت اسلام کا اور ترقی اسلام کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے چنانچہ یہ قیاس کرنا زیادہ بہتر ہے کہ جب ولید نے دیکھا کہ دیگر نصاری کی نسبت یہ اسلام کی طرف زیادہ مائل ہیں اور اگر انہیں اسلامی لباس وغیرہ پہننے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اسلام کے مزید قریب آ جائیں گے اور شاید کہ ان میں سے کچھ لوگ اسلام کو قبول کر لیں تو اس نے انہیں مسلمانوں جیسا لباس پہننے کی اجازت دے دی۔

بہرحال یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور اس کے کئی پہلو ہیں چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام علماء مل کر اس مسئلے کے جزئیات کو واضح کریں اور اس کا کوئی حتمی نقطہ نظر سامنے لائیں اس لیے کہ آج جدید دور میں جب کہ دنیا سکڑ چکی ہے اور ایک گاؤں کی صورت اختیار کر چکی ہے یہ مسئلہ بڑی پیچیدہ صورت اختیار کر چکا ہے اس لیے کہ اب مختلف کلچر خلط ملط ہو چکے ہیں ایسے میں کسی کی شناخت لباس وغیرہ کے ذریعے کرنا بڑا مشکل امر ہے پہلے ختنہ مسلمانوں کی شناخت کا ایک ذریعہ تھا لیکن اس جدید دور میں اس کے فوائد کے پیش نظر اب اسے غیر مسلم بھی اختیار کر رہے ہیں اور شناخت کا یہ طریقہ بھی اب اپنی قدر کھو چکا ہے۔(جاری ہے)

حواشی

۲۰۳۔مصری، زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف بابن نجیم، م ۹۷۰ھ، الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان ص ۱۹۰

۲۰۴۔بلدحی، مجدالدین ابوالفضل عبداللہ بن محمود بن مودود الموصلی الحنفی، م ۶۸۳ھ، الاختیار لتعلیل

المخارج ۴ص ۱۵۰، تعلیقات الشیخ محمود ابو دقیقہ مطبعۃ الحلبی القاہرۃ مصر تاریخ النشر ۱۳۵۶ھ بمطابق ۱۹۳۷ء بدون طبع

۲۰۵۔ بریلوی احمد رضا خان م ۱۹۲۱ء فتاوی رضویہ ج ۲۴ص ۵۳۰ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ط ندارد اشاعت ۱۴۲۳ھ بمطابق ۲۰۰۳ء

۲۰۶۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: گنگوہی محمود الحسن م ۱۳۳۹ھ فتاوی محمودیہ ج ۵ص ۱۶۱، کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی اشاعت ۱۹۸۶ء ط ندارد

۲۰۷۔ میرٹھی غلام جیلانی بشیر القاری بشرح صحیح البخاری ج ۱ص ۱۳، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی ط ندارد

۲۰۸۔ نظام الدین ملا فتاوی ہندیہ، کتاب السیر، ج ۳ص ۴۷۵،

۲۰۹۔ بریلوی احمد رضا خان م ۱۹۲۱ء فتاوی رضویہ ج ۲۴ص ۵۳۲

۲۱۰۔ محولا بالا ج ۳ص ۴۷۶،

۲۱۱۔ مصری زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف با بن نجیم م ۹۷۰ھ الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان ص ۶۴

۲۱۲۔ سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۵

۲۱۳۔ سورۃ الحج آیت ۷۸

۲۱۴۔ حنبل، امام احمد م ۲۴۱ھ مسند الامام احمد بن حنبل جز ۴ص ۱۶، مسند عبداللہ بن عباسؓ، حدیث ۲۱۰۷، والفاظہ'' عن ابن عباس قال: قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :ای الادیان احب الی اللہ؟ قال: الحنیفیۃ السمحۃ

۲۱۵۔ مصری زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف با بن نجیم م ۹۷۰ھ الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان ص ۶۴

۲۱۶۔ اتاسی علامہ محمد خالد شرح المجلہ ص ۷۹، مترجم مفتی امجد العلی ادارہ تحقیقات اسلامی الجامعۃ الاسلامیہ العالمیہ اسلام آباد ط اول اشاعت ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۹۸۶ء

۲۱۷۔ مصری زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف با بن نجیم م ۹۷۰ھ الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان ص ۷۳

۲۱۸۔سورۃ الانعام آیت ۱۱۹
۲۱۹۔ماخوذ: نظام الدین' ملا' فتاوی ہندیہ' کتاب السیر' ج ۳ ص ۴۷۵
۲۲۰۔مصری' زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف بابن نجیم' م ۹۷۰ھ' الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان ص ۱۷
۲۲۱۔غازی' محمود احمد' قواعد کلیہ ح ۲ ص ۵۶' شریعہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد طبع سوم اشاعت ۲۰۱۱ء
۲۲۲۔سورۃ البینۃ آیت ۵
۲۲۳۔حموی' ابوالعباس شہاب الدین احمد بن محمد مکی الحسینی الحنفی' م ۱۰۹۸ھ' غمز عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر ج ۱ ص ۵۲
۲۲۴۔نظام الدین' ملا' فتاوی ہندیہ' کتاب الکراھیۃ' ج ۹ ص ۵۲
۲۲۵۔مصری' زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف بابن نجیم' م ۹۷۰ھ' الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان ص ۷۹
۲۲۶۔حنبل' امام احمد' م ۲۴۱ھ' مسند الامام احمد بن حنبل' جز ۶ ص ۸۴' مسند عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' حدیث ۳۶۰۰
۲۲۷۔مصری' زین بن ابراہیم بن محمد المعروف بابن نجیم' م ۹۷۰ھ' الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان ص ۷۹
۲۲۸۔القسطلانی' ابوالعباس شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبدالملک القتیبی المصری' م ۹۲۳ھ' المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ ج ۲ ص ۲۰۲' المکتبۃ التوفیقیۃ القاہرۃ مصر
۲۲۹۔السیوطی' عبدالرحمن بن ابی بکر جلال الدین' م ۹۱۱ھ' الاشباہ والنظائر ص ۶۰
۲۳۰۔السیوطی' عبدالرحمن بن ابی بکر جلال الدین' م ۹۱۱ھ' الاشباہ والنظائر ص ۶۰
۲۳۱۔بزار' ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق' م ۲۹۲ھ' مسند البزار (المطبوع باسم البحر الزخار) حدیث ۴۰۸۷' محقق عادل بن سعد' مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ' الطبعۃ الاولی ۱۹۸۸'
۲۳۲۔ابن خلکان' قاضی القضاۃ شمس الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن ابراہیم' م ۶۸۱ھ' وفیات الاعیان وابناء الزمان المعروف تاریخ ابن خلکان محقق احسان

عباس' جز ۶ ص ۳۷۹' دار صادر بیروت' ط ۱۹۰۰ء

۲۳۳۔ شبلی نعمانی' مولانا' م ۱۹۱۴ء امام اعظم ص ۶۷' سنگ میل پبلی کیشنز چوک اردو بازار لاہور' ط ندارد

۲۳۴۔ مصری' زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف بابن نجیم' م ۹۷۰ھ' الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان ص ۷۸

۲۳۵۔ غازی' محمود احمد' قواعد کلیہ ج ۱ ص ۴۸

۲۳۶۔ المصری' زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف بابن نجیم' م ۹۷۰ھ' الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان ص ۷۸

۲۳۷۔ شبلی نعمانی' مولانا' م ۱۹۱۴ء' امام اعظم ص ۱۵۸

۲۳۸۔ ابو یوسف' یعقوب بن ابراہیم' الخراج ابی یوسف ص ۱۲۷' فصل فی لباس اہل الذمۃ وزیہم 'المطبعۃ السلفیۃ ومکتبۃ القاہرۃ' الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۸۲ھ

۲۳۹۔ شبلی نعمانی' مولانا' م ۱۹۱۴ء' الفاروق ص ۲۸۸' مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور' ط ن۔م

۲۴۰۔ الطبری' محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب ال آملی ابو جعفر' م ۳۱۰ھ' تاریخ الرسل والملوک 'وصلۃ تاریخ الطبری' المعروف تاریخ الطبری' ج ۹ ص ۱۷۲' دار التراث بیروت' الطبعۃ الثانیۃ ۱۳۸۷ھ

۲۴۱۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: الطبری' محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب ال آملی ابو جعفر' م ۳۱۰ھ' تاریخ الرسل والملوک' وصلۃ تاریخ الطبری' المعروف تاریخ الطبری' ج ۹ ص ۱۷۴

۲۴۲۔ ایضاً' ج ۹ ص ۱۷۵

۲۴۳۔ دیکھئے: شبلی نعمانی' مولانا' م ۱۹۱۴ء' الفاروق ص ۲۸۸

۲۴۴۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: نعمانی' مولانا یحیی' تحقیقات اسلامی' اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہری۔ ذمی ص ۷۳۔۷۲' علی گڑھ انڈیا' جلد ۳۰ شمارہ ۱' محرم ربیع الاول ۱۴۳۲ھ بمطابق جنوری مارچ ۲۰۱۱ء

۲۴۵۔ یوسف القرضاوی' ڈاکٹر' غیر المسلمین فی المجتمع الاسلامی' اردو ترجمہ بنام اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے حقوق و فرائض ص ۹۱' مترجمہ قیصر شہزاد' ادارہ تحقیقات اسلامی' بین الاقوامی اسلامی

یونیورسٹی۔اسلام آباد اشاعت ۲'۱۱۰ء
۲۴۶۔عثمانی مفتی محمد تقی فتاوی عثمانی ج۱ص۵۹' مکتبہ معارف القرآن کراچی اشاعت ۲۰۱۲ء ط ندارد
۲۴۷۔ایضاً ج۱ص۶۰ء
۲۴۸۔وقارالدین مفتی وقارالفتاوی م ۱۹۹۳ء ج۲ص۲۹۵
۲۴۹۔نظام الدین ملا فتاوی ہندیہ کتاب الکراھیۃ ج۹ص۵۶
۲۵۰۔المرغینانی ابوالحسن برہان الدین علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل الفرغانی م ۵۹۳ھ الہدایۃ فی شرح بدایۃ المبتدی ج۲ص۴۰۴
۲۵۱۔البلاذری احمد بن یحیی بن جابر الشہیر م ۲۷۹ھ فتوح البلدان حصہ اول ص۱۶۱' دار ومکتبۃ الہلال بیروت سال اشاعت ۱۹۸۸ء

علمی وتحقیقی مجلہ
ماہنامہ فقہ اسلامی کراچی
موضوع وار، مصنف وار، شمارہ وار
اشاریہ
[اپریل ۲۰۰۰ء تا دسمبر ۲۰۱۳ء]
مرتب: محمد شاہد حنیف
اسلامک فقہ اکیڈمی، کراچی